تازہ شمارہ [مئی/جون ۲۰۰۹] میں مولانا مفتی محمد طیب صاحب صدر جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد کی گفتگو شائع ہوئی ہے جس میں انہوں نے "اختلاف امتی رحمۃ" کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ یہ درست نہیں ہے، کیوں کہ تمام محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ کوئی حدیث نہیں ہے۔ حتی کہ صحیح، ضعیف اور موضوع سند کے ساتھ بھی اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔ "ونقل المناوی عن السبکی انہ قال: ولیس بمعروف عندنا ولم اقف لہ علی سند صحیح ولا ضعیف ولا موضوع، واقرہ الشیخ زکریا الانصاری فی تعلیقہ علی "تفسیر البیضاوی"۔

امید ہے کہ اس کی تصحیح فرما دیں گے تاکہ غلط فہمی دور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ حق کو جاننے اور عمل کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔ احباب کو سلام۔

(مولانا) محمد یاسین ظفر

پرنسپل جامعہ سلفیہ، فیصل آباد

(۳)

مکرمی پروفیسر محمد اکرم ورک صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے کہ مزاج شریف بخیر ہوں گے۔ مارچ ۲۰۰۹ء کے 'الشریعہ' میں چھپنے والے آپ کے مضمون ''حضرت مجدد الف ثانیؒ کا منہج واسلوب'' کی بعض عبارات کی وجہ سے ذہن میں کچھ الجھاؤ کی سی کیفیت پیدا ہونے کی وجہ سے آپ سے مختصر سی بات ہوئی اور بعد میں مدیر الشریعہ جناب عمار خان ناصر صاحب سے بھی بات ہوئی۔ مدیر صاحب کے حکم پر کچھ لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ آپ ٹھنڈے دل سے مطالعہ فرما کر نہایت ہی شفقت کے ساتھ جواب سے نوازیں گے۔

آپ نے لکھا ہے: ''ہندوستان میں شیخ مجددؒ کے سامنے کئی محاذ فوری توجہ کے متقاضی تھے۔ ایک تو یہ کہ نام نہاد صوفیا کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کا قلع قمع کر کے اسلام کو اس کی اصل اور حقیقی شکل وصورت میں پیش کیا جائے۔'' (الشریعہ، مارچ ۲۰۰۹ء ص ۱۳)

ہندوستان کی داخلی صورت حال کے تحت آپ نے لکھا ہے: ''داخلی فتنوں میں نام نہاد صوفیا کی تعلیمات اسلامیان ہند کے لیے گمراہی کا سبب بن رہی تھیں۔ کچھ نام نہاد اہل تصوف ہندو فلسفہ کو اسلام کے پیراہن میں پیش کر رہے تھے۔'' (ایضاً ص ۱۱)

اسی صفحہ پر آپ نے اٹک کے ملا محمد کے وضع کردہ عقیدہ ذکری اور بایزید المعروف ''پیر روشن'' مدعی نبوت کے وضع کردہ ''فرقہ روشنائیہ'' اور سید محمد جونپوری کی تحریک ''مہدویت'' کو اور احمد نگر کے والی سلطنت برہان نظام شاہ کے شیخ طاہر بن رضی اسماعیلی قزوینی کے زیر اثر آ کر شیعہ مذہب قبول کر لینے اور خلفائے ثلاثہ پر علی الاعلان تبرا کرنے اور

کروانے اور کشمیر میں میر شمس الدین عراقی کے شیعیت کو فروغ دینے اور شہنشاہ ہمایوں کے دل میں شیعوں کے لیے نرم گوشہ پیدا ہو جانے کو ''نام نہاد صوفیاء'' کی پھیلائی ہوئی گمراہی کا نتیجہ قرار دیا ہے۔

کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ مذکورہ بالا جملہ نتائج کے حصول کے لیے کوشش کرنے والے ''نام نہاد صوفیاء'' کے ہجوم میں سے بہت زیادہ مشہور صرف پانچ صوفیوں کے نام کیا ہیں؟ ہر نام کے ساتھ اس کے سلسلہ طریقت کا نام اور درگاہ کا نام جس سے وہ ''نام نہاد صوفی'' منسوب و مشہور ہو، ضرور بتائیں تاکہ ہم جان سکیں کہ سلسلہ نقشبندیہ، سلسلہ قادریہ، سلسلہ سہروردیہ، سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ اویسیہ کے کس کس نام نہاد صوفی اور سجادہ نشین نے کس کس درگاہ و آستانہ سے مذکورہ بالا نتائج باطلہ کے حصول کے لیے اتنا زیادہ کام کیا کہ پورا ہندوستان ہی گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں اور تاریکیوں میں بھٹکتا پھر رہا تھا؟ ہم تو مذکورہ بالا جملہ عیوب اور اہل تصوف میں خلیج کا لامتناہی سلسلہ تصور کرتے ہیں۔ آپ کی ذمہ داری ہے کہ ہماری غلط فہمی کا ازالہ فرما کر احسان عظیم سے نوازیں اور ہمیں بتا دیں کہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات شریف میں یا اپنی کس کتاب کے کس صفحے پر مذکورہ بالا جملہ عیوب و نتائج باطلہ کو نام نہاد صوفیا سے منسوب کیا ہے؟

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: ''اولیائے امتؒ کا وجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمیشہ رہنے والے معجزات ہیں کہ انہی کی برکت سے لوگوں کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں، انہی کی بدولت شہروں سے بلائیں دفع کی جاتی ہیں، انہی کی دعاؤں سے حق تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور انہی کے وجود کی برکات سے عذاب دفع کیے جاتے ہیں۔'' (جمال الاولیاء، ص ۲۳)

کس قدر دکھ کی بات ہے کہ گمراہی پھیلانے والے ''نام نہاد صوفیاء'' کی نشاندہی کرتے ہوئے آپ نے چشتی نظامی سلسلہ کے مشہور شیخ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کا تذکرہ کیا ہے اور ثبوت کے طور پر حضرتؒ کے ان خطوط کا تذکرہ پروفیسر خلیق احمد نظامی کی کتاب تاریخ مشائخ چشت، ص ۴۱۸ کے حوالے سے کیا ہے جو انہوں نے اپنے خلیفہ خاص حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی کی طرف تحریر فرمائے تھے کہ مجددی خاندان کے صاحبزادوں کی موجودگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے سماع و قوالی کی مجالس کے انعقاد میں احتیاط برتی جائے تاکہ مجددی شہزادوں کو گراں نہ گزرے۔ (الشریعہ، مارچ ص ۱۳) احقر نہایت ہی ادب سے عرض کرتا ہے کہ کیا آپ شیخ شاہ کلیم اللہؒ کی گمراہ کن سرگرمیوں میں کچھ روشنی ڈالنا پسند فرمائیں گے؟ اگر نہیں تو پھر ایسی تلخ مثال دینے کے لیے صرف اسی بزرگ ہستی کا انتخاب کیوں فرمایا؟

شاہ جیؒ کا اپنے خلیفہ کو احتیاط کا حکم صادر فرمانا تواضع کے طور پر تھا کہ یہی صوفیاء کرام کی شان ہے کہ دوسرے سلسلہ کے صوفی کے سامنے طریقت کے اختلافی امور سے اجتناب فرماتے تھے۔ صوفیاء کرام میں مولویانہ تشدد نہیں ہوتا کہ جہاں دیکھا مناظروں کے دنگل جما لیے۔ مکتوبات شریف میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے دوسرے سلاسل کے اختلافی اعمال کی بھی اچھائیاں بیان فرماتے ہوئے سلسلہ نقشبندیہ میں شمولیت کی ترغیب فرمائی ہے۔ اس ضمن میں مکتوبات شریف حصہ چہارم دفتر اول کے مکتوب نمبر ۲۶۰ کا بغور مطالعہ فرمائیں جو آپؒ نے حضرت میاں شیخ محمد صادقؒ کی طرف تحریر فرمایا تھا۔ آپؒ فرماتے ہیں:

''اے فرزند! جان لے کہ جب طریقہ نقشبندیہ میں سیر کی ابتدا قلب سے ہے جو عالم امر سے ہے تو بات کی ابتدا

بھی عالم امر سے کی گئی۔ برخلاف مشائخ کرام کے باقی طریقوں کے جو شروع میں تزکیہ نفس کرتے ہیں اور قالب یعنی وجود کو پاک فرماتے ہیں اور بعد ازاں عالم امر میں آتے ہیں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو، اس میں عروج کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگوں کی بدایت میں مندرج ہے اور یہ طریق سب طریقوں سے اقرب ہے۔''

دیکھیے کس قدر کمال، خوبصورتی اور حکمت کے ساتھ حضرت شیخ مجددؒ نے دوسرے سلاسل میں بھی نورانیت کو تسلیم کرتے ہوئے سلسلہ نقشبندیہ کو اقرب قرار دیا ہے۔ اسی کو صوفیا تواضع کہتے ہیں جس کا عملی ثبوت چشتی نظامی سلسلہ کے مذکورہ بالا بزرگؒ نے دیا تھا، لیکن افسوس کہ آپ نے کہاں کی بات کو کہاں لا کر چسپاں کر دیا۔

حضرت شیخ مجدد نے مکتوبات شریف میں کچھ مقامات پر علما سے بے شک اختلاف کیا ہے، لیکن کسی ایک جگہ بھی کسی نام نہاد صوفی کو تنقیص وتنقید کا نشانہ نہیں بنایا، کیوں کہ طریقت کے چاروں سلاسل کی خلافت سے فیض یاب صوفیاء عوام کے قلوب پر حکمرانی کرتے ہیں۔ آپ نے پورے مضمون میں کسی ایک مقام پر بھی صوفیاء کرامؒ کی خدمات اسلام کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ نام نہاد صوفیا کہہ کر تصوف کی تردید ہی کی ہے۔

آپ کو بخوبی معلوم ہوگا کہ نقشبندیوں اور چشتیوں کے مابین سماع اور اس کی جزئیات مثلاً مزامیر اور رقص اور ذکر بالجہر وغیرہ پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ مجددی صاحبزادوں کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے چشتی صوفی بزرگ شیخ کلیم اللہؒ جہاں آبادی نے اپنے خلیفہ صاحب کو نقشبندیوں اور چشتیوں کے درمیان اختلاف کو ہوا دینے والے امور کے متعلق احتیاط برتنے کا حکم صادر فرمایا تھا، نہ کہ ان امور سے منع کیا یا انہیں غلط قرار دیا۔ مزامیر کے ساتھ سماع چشتیوں میں ہنوز جاری ہے، لیکن صوفیاء کرام اب بھی ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ ''شیخ مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں بدعت حسنہ کے تصور کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور اس طرز فکر کو دین کی بنیادیں منہدم کرنے کے مساوی قرار دیا۔'' (الشریعہ ص ۱۳)

شیخ مجددؒ نے مکتوبات شریف میں بدعات حسنہ کو دین کی بنیادیں منہدم کرنے کے مساوی کس جگہ قرار دیا ہے؟ لغوی اعتبار سے بدعت ہر اس نئی چیز یا عمل یا عقیدہ کو کہا جاتا ہے جس کا وجود پہلے سے ثابت نہ ہو۔ مثلاً کلام الٰہی کے تیس پارے بنائے گئے۔ ہر پارہ میں رکوع قائم کیے گئے، قرآن کریم پر اعراب لگائے گئے، بلاک بنا کر چھاپنے اور جلد بندی کا کام شروع ہوا۔ حدیث شریف کو کتابی شکل دے کر احادیث کے مختلف مجموعہ جات کو مختلف نام دینا، احادیث کی اسناد بیان کرنا اور راویوں پر جرح کر کے ان کی قسمیں اور درجات یعنی صحیح وحسن وضعیف ومعضل ومرفوع وغیرہ بنانا، غرض علم حدیث کا مکمل فن اور فقہ کے اصول اور علم کلام اور ان کے تمام قاعدے ضابطے اور نماز کے لیے زبان سے بول کر نیت کرنا اور رمضان شریف میں بیس تراویح ادا کرنا، ایمان مجمل اور ایمان مفصل یاد کرنا اور کروانا، حج کے لیے اونٹوں کی بجائے بحری وہوائی جہازوں اور کاروں وبسوں پر بیٹھ کر سفر کرنا اور طریقت کے جملہ سلاسل ومشاغل اور مسائل، مراقبے، چلہ کشی وپاس انفاس اور تصور شیخ اور شریعت کے چاروں سلسلے حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی اور سلاسل طریقت قادری وچشتی وسہروردی اور نقشبندی اور دینی مدارس اور طریقہ حفظ قرآن اور اولیا کے عرس کا اہتمام کرنا، ختم

بخاری ودستار بندی اور مساجد میں باتنخواہ امام وموذن مقرر کرنا، مساجد کے گنبد ومینار اور رائے ونڈ اور شیر شاہ بائی پاس ملتان میں بڑے بڑے تبلیغی اجتماعات کرنا، آٹھ سالہ دورہ حدیث، درس نظامی اور اس کا تمام لٹریچر اور کتب نحو وصرف اور اسناد کا اجرا وغیرہ، ان تمام کاموں کو بدعات حسنہ کہا جاتا ہے۔

جب آپ سے فون پر بات ہوئی تو آپ نے فرمایا تھا کہ حضرت مجددؒ بدعت حسنہ کو نہیں مانتے تھے۔ مہربانی فرما کر حضرت مجددؒ کی ان تحریرات وملفوظات ومکتوبات کے مکمل حوالے بتا دیجیے جہاں شیخ مجددؒ نے مذکورہ بالا جملہ امور کا رد لکھا ہو، جیسا کہ حضرتؒ نے زبان سے بول کر نماز کی نیت کرنے اور کفن میں پگڑی کے اضافے اور دستار کے شملے کو دائیں جانب چھوڑنے اور تشہد میں انگلی کھڑی کرنے پر کلام فرمایا ہے۔ کیا امام ربانیؒ نے طریقت کے چار سلاسل قائم کرنے اور تصور شیخ اور فقہ کے چاروں سلاسل اور کتب احادیث کی تدوین ودرجہ بندی اور مندرجہ بالا دیگر بدعات حسنہ کا انکار کیا ہے؟ اگر نہیں اور واقعی نہیں تو پھر آپ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مجددؒ بدعت حسنہ کو نہیں مانتے بلکہ اسے دین کی بنیادیں منہدم کر دینے کے مساوی قرار دیتے ہیں؟

ہوسکتا ہے جواباً آپ حضرت مجددؒ کی یہ عبارت پیش کریں: ’’کہنے والوں نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم ہے، حسنہ اور سیئہ۔ حسنہ اس نیک عمل کا نام رکھتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدینؓ کے زمانہ کے بعد پیدا ہوئی ہو اور کسی سنت کو اٹھانے اور دور کرنے والی نہ ہو۔ اور سیئہ اس کو کہتے ہیں جو سنت کو مٹانے اور دور کرنے والی ہو۔ یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت کے اندر حسن ونورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا اور ظلمت وکدورت کے سوا کسی شے کا احساس نہیں ہوتا۔‘‘ (مکتوبات شریف حصہ سوم، دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۸۶)

سوچنے کی بات ہے کہ حضرت شیخ مجددؒ ایک طرف تو بدعت کی کسی قسم میں بھی نورانیت وحسن نہیں پاتے، جب کہ دوسری طرف شریعت وطریقت کے جملہ سلاسل کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ بذات خود سلسلہ نقشبندیہ سے نہ صرف منسلک ہیں بلکہ مکتوبات شریف میں جا بجا اس میں شمولیت کی دعوت دیتے ہیں اور تصور شیخ کو مرید کے لیے ذکر الٰہی سے بھی بڑھ کر نافع قرار دیتے ہیں۔ (مکتوبات، حصہ سوم، دفتر اول، مکتوب ۱۸۷) حالانکہ یہ کام نہ تو آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور نہ ہی صحابہؓ سے اور نہ ہی تابعین سے ثابت ہیں۔ تو پھر کیا خاکم بدہن حضرت شیخ کے قول وفعل میں تضاد تھا؟ ہرگز نہیں بلکہ جسے علماء اسلام بدعت حسنہ قرار دیتے ہیں، اسے حضرتؒ سرے سے بدعت ہی تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسے سنت سے ثابت سمجھتے ہیں۔ باقی رہ گئی بدعت ضلالہ تو اس میں حسن ونورانیت کہاں سے آسکتی ہے؟ کیوں کہ بدعت اسی کو کہتے ہیں جو پہلے سے ثابت نہ ہو۔

آپ نے جو یہ لکھا ہے، آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے کہ ’’بدعت حسنہ کے نام پر ہر طرف بدعات ضلالۃ کا سیلاب بہہ رہا تھا‘‘ (الشریعہ، ص ۱۱) ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ حضرت مجددؒ نے بدعت حسنہ کی مخالفت نہیں کی بلکہ بدعت حسنہ کا مقدس نام لے کر پیش کی جانے والی بدعات ضلالہ سے بیزاری کا اظہار فرمایا تھا۔ اندریں حالات حضرت مجددؒ نے بدعت حسنہ کی اصطلاح سے اجتناب فرمایا اور علماء اسلام کے موقف کو تقویت دینے کے لیے بدعت حسنہ کو سنت قرار دیا۔

ملا طاہر لاہوری کے نام مکتوب شریف میں حضرت مجددؒ نے برملا فرمایا ہے کہ ''سنت اور بدعت دونوں پورے طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کا وجود دوسرے کے نقص ونفی کو مستلزم ہے، پس ایک کو زندہ کرنا دوسرے کو مارنے کو مستلزم ہے۔ یعنی سنت کو زندہ کرنا بدعت کے مارنے کا موجب ہے اور بالعکس۔ پس بدعت خواہ اس کو حسنہ کہیں یا سیئہ، رفع سنت کو مستلزم ہے۔'' (مکتوبات، حصہ چہارم، دفتر اول، مکتوب ۲۵۵) غور فرمائیں کہ مجددؒ نے کس قدر وضاحت کے ساتھ بتادیا ہے کہ ان کے نزدیک بدعت صرف اور صرف وہی ہے جو سنت کی ضد ہو نہ کہ سنت کے تحت یا اس کے مطابق۔ حضرت مجددؒ اسے بدعت تسلیم ہی نہیں کرتے جس کا اشارہ تک بھی سنت میں ملتا ہو۔ یعنی علمائے اہل سنت بدعت حسنہ اسے کہتے ہیں جس کی اصل سنت میں موجود ہو، گو اشارۃً ہی ہو۔ اس کی بہترین مثال حضرت فاروق اعظمؓ کا وہ قول ہے جو انہوں نے تراویح کی باقاعدہ جماعت کے اجرا پر فرمایا تھا کہ " نعمت البدعة هذه "تو بڑی اچھی بدعت ہے۔ تراویح کی جماعت کی اصل سنت نبوی میں ہونے کے باوجود حضرت فاروق اعظمؓ نے اس پر لفظ بدعت کا اطلاق فرمایا۔ امیر المومنینؓ کی اتباع میں ہم اہل سنت اس کے مماثل امور کو بدعت حسنہ کہتے ہیں، لیکن حضرت مجددؒ اس کے لیے سنت کا لفظ زیادہ موزوں قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مجددؒ نے قیاس اور اجتہاد فقہی کو بدعت حسنہ کہنے کی سخت مخالفت فرمائی۔ (دیکھیے مکتوبات، حصہ سوم، دفتر اول، مکتوب ۱۸۶) یعنی آپ اسے بھی سنت میں داخل سمجھتے ہیں کیوں کہ قیاس اور اجتہاد کی بھی کچھ نہ کچھ اصل صدر اول میں ضرور ہوتی ہے۔ لہٰذا حضرت مجددؒ اسے سنت ہی قرار دیتے ہیں۔ اس طرح مجدد صاحبؒ اور اسلاف اہل سنت کی بات میں کوئی تضاد یا اختلاف نہیں ہے۔

حضرت مولانا سعید احمد نقشبندیؒ نے اس مکتوب کے حاشیہ میں علامہ محمد مراد مکی محشی کی اسی مکتوب کے تحت حاشیہ میں لکھی گئی عبارت پیش کی ہے کہ ''اور اس بارے میں آپؒ کا قول علماء اسلافؒ کے اس قول کے مخالف نہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں، حسنہ وسیئہ۔ وہ بدعت حسنہ سے ایسی شے مراد لیتے ہیں جس کی صدر اول میں اصل موجود ہو، اگرچہ اشارۃً ہی ہو جیسے مسجدوں کے مناروں، مدارس اور مسافر خانوں کی تعمیر اور کتابوں کی تدوین اور دلائل کی ترتیب اور اسی طرح کی اور چیزیں۔ اور بدعت سیئہ سے ایسی چیز مراد لیتے ہیں جس کی صدر اول میں بالکل اصل موجود نہ ہو۔ تو امام ربانیؒ قسم اول پر بدعت کے نام کا اطلاق نہیں کرتے، کیوں کہ اس کی اصل صدر اول میں موجود ہوتی ہے، لہٰذا وہ چیز بدعت اور محدث نہیں۔ بلکہ آپ بدعت صرف قسم ثانی کو قرار دیتے ہیں کیوں کہ وہی درحقیقت بدعت اور محدث ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ تو علماے اسلاف اور حضرت شیخ مجددؒ کے درمیان نزاع لفظی ہے کہ قسم اول پر بدعت کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں۔ حضرت شیخ محمد مظہر دہلویؒ مقاماتِ سعیدیہ میں فرماتے ہیں ''بدعت حسنہ امام ربانیؒ کے نزدیک سنت میں داخل ہے اور آپ بموجب حدیث ''کل بدعة ضلالة'' اس پر بدعت کا اطلاق نہیں فرماتے۔ اس بارے میں آپؒ اور دوسرے علماء کرام کے درمیان، جو بدعت حسنہ کے قائل ہیں، نزاع لفظی ہے۔ تو ہر بدعت جو مخالف سنت نہ ہو، علماء کے نزدیک وہی بدعت حسنہ ہے اور امام ربانی کے نزدیک وہ سنت میں داخل ہے۔ شاہ عبد الغنیؒ انجاح الحاجۃ حاشیہ ابن ماجہ میں حدیث "من احدث فی امرنا هذا مالیس منه " کے تحت فرماتے ہیں: ''یعنی وہ چیز جو دین کے وسائل میں نہ ہو کیوں کہ شے کا وسیلہ اور ذریعہ اس میں داخل ہوتا ہے، اسی لیے شیخ مجددؒ کے

نزدیک وہ علوم جو دین کے وسائل ہیں جیسے صرف ونحو سنت میں داخل ہیں اور آپ اس پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے، کیوں کہ امام ربانیؒ کے نزدیک بدعت میں کوئی حسن اور خوبی نہیں''۔

حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مزید فرماتے ہیں: ''نیز معمولات اہل سنت کے مطابق امام ربانیؒ اپنے پیر ومرشد کی مجلس عرس شریف میں شریک ہوتے تھے۔ حضرات القدس ۲۹/۲ پر ہے کہ آپ بتقریب عرس حضرت خواجہؒ دہلی تشریف لائے۔ آپ خود اپنے مکتوبات شریف کے دفتر اول، جلد دوم، حصہ چہارم، مکتوب ۲۳۳ میں فرماتے ہیں کہ: ''درایام عرس حضرت خواجہ جیو قدس سرہ بحضرت دہلی رسیدہ بخاطر داشت کہ درملازمت علیہ نیز برسد۔ دریں اثنا خبر کوچ منتشر گشت بضرورت توقف نمودہ۔'' حضرت خواجہ جیوؒ کے عرس مبارک کے ایام میں فقیر دہلی آیا اور ارادہ تھا کہ حضرت (شیخ فرید) کی خدمت عالی میں بھی حاضر ہو۔ آنے کی تیاری میں تھا کہ آپ کے تشریف لے جانے کی خبر مشہور ہوگئی تو ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ فوت شدگان کی فاتحہ دلاتے تھے اور ایصال ثواب کرتے تھے۔ مکتوبات شریف میں آپ کے اس عمل کی تصریح موجود ہے۔ مزارات بزرگان پر تشریف لے جاتے تھے اور قبر پر پڑے ہوئے اچھاڑ کو تبرک جانتے اور عقیدت کے ساتھ قبول کرتے تھے۔'' (حضرات القدس ۷۹/۲)

مندرجہ بالا تحقیق سے خوب ثابت ہے کہ حضرت مجددؒ بدعت حسنہ کو سنت میں داخل سمجھتے تھے۔ حضرت شیخ بدعت کا اطلاق عقائد باطلہ پر کرتے تھے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں: ''بدعتی گروہ جنہوں نے مختلف بدعات اختیار کی ہیں اور اہل سنت سے جدا ہوئے ہیں۔ ان تمام گروہوں کے درمیان فرقہ خوارج وروافض درست معاملہ اور حق سے دور جا پڑے ہیں۔ وہ گروہ جو اکابر دین کو گالیاں دینا اور طعن کرنا ایمان کا جز واعظم تصور کرتا ہو، ایمان سے کیا حصہ رکھے گا۔ روافض کے بارہ فرقے ہیں اور سب کے سب اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر کرتے اور خلفاء راشدینؓ کو گالی دینا عبادت جانتے ہیں۔'' (مکتوبات، دفتر دوم، حصہ اول، مکتوب ۳۶)

اس عبارت سے خوب ثابت ہے کہ حضرت امام ربانیؒ نئے عقائد کو بدعت سمجھتے تھے جیسا کہ آپؒ نے خوارج وروافض کو بدعتی گروہ اور ان کے عقائد تقیہ وتبرا بازی وغیرہ کو بدعات قرار دیا ہے، جب کہ عقائد اہل سنت اور اہل تصوف کے مشاغل ومراقبے اور چلے اور عرس اور حضرات صوفیاء کرام کو کبھی بھی تنقید وتنقیص کا نشانہ نہیں بنایا۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ آپ نے تو حضرت مجددؒ کو اولیاء ہندؒ کے مقابل لا کر کھڑا کر دیا اور آپ کی ذات مقدسہ سے وہ کچھ منسوب کر ڈالا جو حضرت مجددؒ کے خواب وخیال میں بھی نہ تھا۔ بہرحال آپ کے کہنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ حضرت مجددؒ کے ہم عصر صوفیاء کرام سے لے کر آج تک کے قادری، چشتی، سہروردی اور نقشبندی سلاسل کے جملہ صوفیاء کرام حضرت شیخ احمد سرہندیؒ سے وابستگی کو باعث فخر وبرکت سمجھتے ہیں۔ الحمد للہ۔

محمد یاسین عابد
علی پور چٹھہ

(۴)

جناب گرامی قدر مولانا عمار خان ناصر زید مجدکم